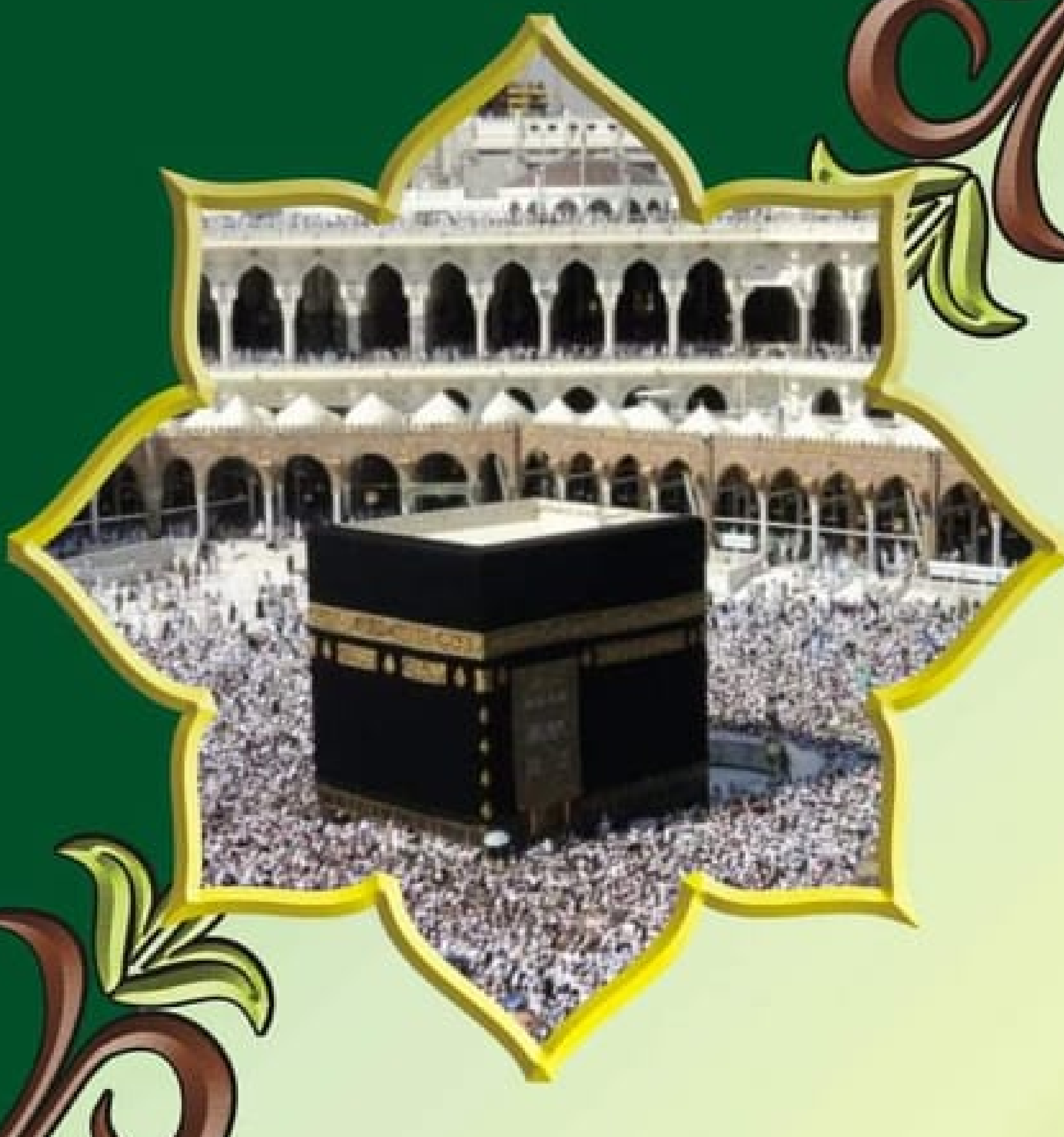
موجودہ حالات اور مسلمانانِ ہند



بحر العلوم مفتی محمد عبد المنان اعظمی

نوری مشن مالیگاؤں

پیش کش: رضا لائبریری مالیگاؤں

بفیض: تاجدار اہلسنّت مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ و حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی

زیر سرپرستی: امینِ ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی، مارہرہ مطہرہ

موجودہ حالات

اور

مسلمانانِ ہند

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی محمد عبد المنان اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ

ناشر: **نوری مشن** مالیگاؤں

ملنے کا پتا: مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں Cell. 9325028586

سن اشاعت ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء...... ہدیہ: دُعاے خیر

کلمہ نور ونکہت

از: مفکر اسلام، مصلح قوم وملت حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمبین نعمانی قادری- دام ظلہ-

بسم اللّٰـہ الرحمٰن الرحیم، والحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین وعلٰی آلہ وصحبہ أجمعین . أما بعد !

بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمنان اعظمی مبارک پوری علیہ الرحمہ (۱۳۴۴ھ—۱۴۳۴ھ) علم وفضل کے کوہِ گراں تھے، فہم وبصیرت سے قدرت نے انھیں حصہ وافر عطا کیا تھا۔ فقہ وفتویٰ کے میدان میں بھی آپ ایک ممتاز مقام کے حامل تھے۔ تدریس میں تفہیم کا جوملکہ آپ کو حاصل تھا اس کی مثال بہت کم ملے گی، آپ ایک بہترین واعظ اور مجمع پر چھا جانے والے خطیب بھی تھے، موقع بہ موقع اپنے خوب صورت جملوں سے بعض سامعین کی محفل کو زعفران زار بنا دیتے تھے۔ کرخت لہجے اور دل خراش انداز سے آپ کی خطابت دور رہتی۔

تصنیف وتالیف اور ترجمے کی جہت سے بھی آپ کی ایک الگ شناخت تھی۔ تحریر میں انشاپردازی اور شگفتگی آپ کا خاص وصف تھا، جس کی وجہ سے آپ کا کوئی مضمون پڑھنا قاری پر گراں نہیں گزرتا۔

آپ کا مجموعۂ فتاویٰ بھی آپ کی خوش گوار تحریر کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ آپ کے فتاوے کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حالاتِ زمانہ کی آپ بہت رعایت کرتے ہیں، سائل کی نبض ٹٹول کر جواب تحریر فرماتے ہیں اور موقع بہ موقع وعظ ونصیحت اور تنبیہ وتاکید سے بھی کام لیتے ہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا: میں اختلافی مسائل میں نہیں اُلجھتا، کبھی تو بہ اعتدال یوں جواب

دیتے کہ ہمارے فلاں مفتی وعالم کا یہ موقف ہے اور فلاں کا یہ، دونوں ہی سنی ہیں، بس آگے بڑھ جاتے اور کہیں اپنا موقف بھی بیان کر جاتے؛ لیکن لہجے میں شدت اور جواب میں حملے کی کیفیت نظر نہیں آتی، جیسا کہ آج کل کچھ لوگوں کا شعار بن چکا ہے۔ آپ کی یہ میانہ روی اور صلح جو روش ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ اور اتفاق واتحاد کی راہ میں مفید ومعاون بھی۔

انوار العلوم، تلشی پور (گونڈہ) جامعہ اشرفیہ (مبارک پور) اور مدرسہ شمس العلوم (گھوسی) میں آپ نے اپنی تدریسی خدمات اور تنظیمی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ مبارک پور اور گھوسی میں مسند افتا کو زینت بخشی اور ساتھ ہی فقیہ بے مثال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے قلمی فتاویٰ رضویہ کی اشاعت میں پوری جاں کاہی کے ساتھ خدمات پیش کیں۔ خود آپ کے فتاویٰ چھ جلدوں میں شائع ہو کر خراجِ تحسین سے ہم کنار ہو چکے ہیں، جب کہ ساتویں ایک جلد بھی تیار ہے، اور اشاعت کی منتظر۔

آپ کے علمی سرمائے کو شائع کرنے کا بیڑا مولانا محمد حنیف خاں بریلوی نے اُٹھا رکھا ہے۔ وہ فتاویٰ اور دیگر تصانیف کو یکے بعد دیگرے شائع کرنے میں مشغول ہیں۔ مولانا ایک سنجیدہ عالم دین، علمی کاموں سے دل چسپی رکھنے والے اور حضرت بحر العلوم کے خاص تلامذہ میں ہیں۔

تمام خوبیوں کے ساتھ حسن اخلاق کے بھی آپ پیکر تھے، چھوٹے بڑے ہر ایک سے بڑے تپاک کے ساتھ ملتے، اور حسبِ مرتبہ وموقع ضیافت ضرور کرتے، تلامذہ کے ساتھ بھی قدر وحوصلہ افزائی کا معاملہ کرتے۔ اختلافِ رائے کے باوجود ہر ایک کے ساتھ رواداری کا سلوک فرماتے اور اسے شقاق وعناد تک نہیں پہنچا دیتے، گویا ایک عالم ربانی کے لیے جن صفات وکمالات کا ہونا ضروری ہے وہ سب آپ کے اندر موجود تھے۔

اپنے استاذ حضور حافظ ملت علامہ شاہ حافظ عبد العزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمہ

سے بے پناہ عقیدت ومحبت فرماتے۔الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی تعمیر وترقی میں پورے طور سے شریک وسہیم رہے،اور بڑی مخلصانہ خدمات کا ثبوت فراہم کیا۔

قوم وملت کے حق میں بھی آپ نہایت درجہ ہم درد اور مخلص واقع ہوئے تھے۔قوم کی اصلاحِ حال کے لیے بھی آپ فکر مند رہا کرتے،تقریر وتحریر سے اپنی مساعی جمیلہ بروے کار لاتے۔آج سے سالوں پہلے مسلمانوں کی زبوں حالی اور مایوسی سے متاثر ہوکر آپ نے ایک واعظانہ اور مصلحانہ تحریر رسائل میں شائع کرائی تھی،جو آج کے حالات کے پیشِ نظر بھی اپنی افادیت منواتی نظر آتی ہے۔

اِفادۂ عام اور'**الدین النصح لکل مسلم**'(دین ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی ہے)کے پیشِ نظر اسے شائع کیا جارہا ہے کہ شاید بہت سے اَذہان کی اس سے تطہیر ہو اور مایوسی کے اندھیرے میں اُمید کی کرن پھوٹے۔

میں نوری مشن مالیگاؤں کے کار پرداز حضرات خصوصاً صاحبِ قرطاس وقلم جناب غلام مصطفیٰ رضوی کا شکر گزار ہوں،جنھوں نے اس تحریر دل پذیر کی اشاعت میں حصہ لیا اور قوم کو ایک خوش گوار پیش رفت کی طرف رہنمائی کی،اور نوری مشن کا مشن بھی یہی ہے۔**وماتوفیقی الاباللّٰہ –علیہ توکلت والیہ انیب–وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین.**

محمد عبدالمبین نعمانی قادری

خادم دارالعلوم قادریہ،چریا کوٹ،مئو(یوپی)

۲۶/جمادی الآخرہ ۱۴۳۷ھ

دوشنبہ مبارکہ،۴،۴،۲۰۱۶ء

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي ونسلم علىٰ رسوله الكريم، أما بعد !

آج کل دُنیا کے مسلمانوں پر عموماً اور ہندستان کے مسلمانوں پر خصوصاً مصائب وآلام کے جو پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں، ان کے خلاف ظلم وطغیان کی جو آندھیاں اُٹھ رہی ہیں محتاجِ بیان نہیں۔ جب کہ فتنوں سے مقابلے کی ہمت مسلمانوں سے رُخصت ہو چکی ہے اور تابِ مقاومت نے دَم توڑ دیا ہے اور اُمتِ مرحومہ اَب چہار جانب نا اُمیدیوں کے اندھیروں میں گرفتار بھٹک رہی ہے ۔

اُسی کشتی کو نہیں تابِ تلاطم صد حیف
جس نے رُخ پھیر دیے تھے کبھی طوفانوں کے

قرآنِ عظیم میں مسلمانوں پر آنے والی مصیبتوں کے اَسباب وعلل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ارشادِ ربانی ہے :

آیت ۱: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ . (سورۂ شوریٰ:۴۲/۳۰)

یعنی تمھیں جو کچھ تکلیفیں پہنچتی ہیں اور آلام ومصائب سے دوچار ہوتے ہو یہ سب تمھارے کیے کا پھل اور تمھارے اعمال کی شامت ہے، اور اللہ تعالیٰ تمھاری بہت ساری کوتاہیوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔

اَعمال کی شامت اس درجہ شدید ہوتی ہے کہ آسمانی مدد؛ روک لی جاتی ہے اور درد وکرب میں ڈوبی ہوئی فریادیں بھی بابِ اجابت سے ٹھکرا دی جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے :

الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يديه إلى السماء

يقول يا رب يا رب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذي بالحرام فأنىٰ يستجاب لذلک . (صحیح مسلم، باب اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف: ج۱/۳۲۶۔حدیث: ۱۶۸۶......سنن ترمذی:۱۰/۲۴۹حدیث:۲۹۱۵)

یعنی پریشان حال پریشان بال خستہ وخراب مسافر، بے قراری میں آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر یارب یارب پکارتا ہے، ادھر اس کا کرتوت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، اور غذا حرام، ایسی حالت میں اس کی فریاد کیسے سنی جائے گی!

دوسری جگہ فرمایا گیا :

__آیت ۲__: الٓمٓ o اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ o (سورۂ عنکبوت:۲۹/۱،۲)

یعنی ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں کہ مومن مصائب سے مامون اور حوادث سے محفوظ ہوگیا، خوب سمجھ لو کہ آزمائش کی بھٹیوں میں تپایا جائے گا اور امتحان وابتلا کی کڑی دھوپ سے گزرنا ہوگا۔

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ مصیبتوں کے نزول کے اسباب، اہلِ اسلام پر دو ہیں، یا تو قومِ مسلم کی آزمائش اور امتحان مقصود ہے یا پھر وہ ان کی غلط حرکتوں کی سزا ہے، جس کی حکمت یہ تھی کہ مسلمان کلمہ کو جادو کی لکڑی نہ تصور کرے کہ جس کے پڑھتے ہی تمام مصائب سے نجات کا سرٹیفکٹ حاصل ہوجائے گا، اور جملہ آرام وآسائش کا پرمٹ دست یاب ہوجائے گا، بلکہ یہ عین ممکن ہے کہ ابتلا وآزمائش میں اِضافہ ہو اور ہر طرف سے اہلِ دنیا کی مخالفتوں کا سامنا ہو۔

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اس لیے مصائب میں پڑ کر مسلمان کو ہمت نہیں ہارنی چاہیے، حوصلے نہیں چھوڑنا چاہیے، طوفانوں کا مردانہ وار مقابلہ کرے اور حوادث کی بھٹی سے اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لیے کندن بن کر باہر آئے۔ تب ان شاءاللہ وَ اَنْتُمُ الاَعْلَوْنَ (تم ہی سر بلند ہو) کا جلوہ تمھارے سامنے ہوگا اور تب معلوم ہوگا کہ ؎

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دُشوار ہو جائے

کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مصائب تمھارے برے کرتوت کی سزا ہوں، اس وقت بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے، اللہ ہی کی بارگاہ میں لوٹو، اس سے توبہ واستغفار کرو، روؤ، گڑگڑاؤ، اور اپنے اعمال پر نظر ثانی کرو، برائیوں سے باز آؤ اور نیکیوں پر عمل کرو تو اللہ تعالیٰ تمھارے دن پھیر دے گا اور زندگی کی مسکراہٹیں تمھارا اِستقبال کریں گی۔

آیت ۳: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئاً عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ . (سورۂ توبہ:۱۰۲/۹)

یعنی اور ایسے اعتراف کرنے والے جنھوں نے نیک و بد دونوں ہی قسم کے اعمال کیے اللہ ان کی توبہ قبول کرے گا وہ تو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

تو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مسلمان خدائے پاک کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا، اپنے اعمال کی اِصلاح کرتا اور جرأت و اِستقلال سے حوادث کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کا مقابلہ کرتا؛ لیکن ہو یہ رہا ہے کہ بھیمڑی (مہاراشٹر) سے ہمارے ایک عزیز تحریر فرماتے ہیں (حالاں کہ اس بار پورے ضلع تھانہ میں فساد کا کوئی اَثر نہ تھا)

’ادھر کے بہت سارے لوگ تو گم راہ ہو رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہماری جانیں جا رہی ہیں، ہماری ماؤں اور بہنوں کی عزتیں لوٹی جا رہی

ہیں اور ہم پر نہ جانے کس کس طرح کے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں جس کو ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے، پھر بھی اللہ کی مدد نازل نہیں ہو رہی ہے۔'

یہ ہے الٓمّٓ o اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ o کے خلاف کنارہ پر کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے والوں کا ردِعمل!

ماہ نامہ افکار ملی، نئی دہلی، شمارہ مارچ ۹۳ء صفحہ ۲۸ 'نقطہ نظر' کے عنوان سے رقم طراز ہے:

'مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ یہ سب تمھاری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے، بلاشک وشبہہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے؛ لیکن یہ رویہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتا کہ مسلمانوں کو ذہنی طور پر ظلم سہنے کے لیے تیار کر دیتا ہے۔ اتنا کہہ دینے سے کہ یہ سب ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے، ان ظالموں کے ظلم کو جواز فراہم کرسکتا؟ شاید مسلمان کی اس سے کچھ بھلائی نہ ہو!'

یہ ہے ارشادِ الٰہی: 'مَا أَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ' پر ہمارے ایک مبصر کا تبصرہ! حالاں کہ ان آیات کے مضمرات پر غور کیا جاتا اور ان کے مقتضیات پر عمل درآمد ہوتا تو ہماری غفلت اور بے بسی کا یہ عالم نہ ہوتا، جس میں آج پوری قوم مبتلا ہے۔ کلمہ پڑھ کر ہم اس درجہ مطمئن ہو گئے ہیں کہ ہزار فتنے برپا ہوں، قیامتیں ٹوٹیں، ہم جگنے کا نام ہی نہیں لیتے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے موت سے شرط باندھ لی ہو!

اگر ان آیات سے ہم نے کچھ سبق لیا ہوتا تو موجودہ حالات میں ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے، گناہوں سے توبہ کرتے اور اپنے اعمال کا جائزہ لے کر ان کی اِصلاح کرتے، اور حالات سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ پیدا کرتے۔

مثلاً ہم اپنے مصارفِ زندگی کے چارٹ پر نظر کرتے اور اس میں سے تفریحی مد کو یک لخت موقوف کرتے، سوسائٹی مِنٹَن کرنے اور معیارِ زندگی بنانے والی مد کو کم از کم حالات سدھرنے تک ملتوی کرتے؛ بلکہ اپنی ضروریاتِ زندگی کے خانے میں بھی کٹوتی کرتے کہ جس کی بستیاں اُجاڑی جا رہی ہوں، گھر جل رہے ہوں، عزت وآبرو نیلامی پر

چڑھادی گئی ہو، یتیم بچے اور بے سہارا عورتیں زندگی کی راہ میں بھٹک رہی ہوں، اسے مسکرانے کا کیا حق ہے؟ بناؤ سنگار کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ تنہا اپنی زندگی کی آسودگی کا کیا سوال ہے؟ اور اس مجموعی رقم سے قوم کی زندگی کے وہ رخنے مسدود کیے جاتے، کوتاہیاں دور کی جاتیں اور کھائیاں پاٹی جاتیں، جن کی وجہ سے مسلمان بھارت میں دوسرے نمبر کا شہری بھی نہیں رہ گیا ہے؛ لیکن ہوا یہ کہ نہ ہماری تفریح ختم ہوئی، نہ خدا کی طرف رجوع ہونے کا خیال آیا، نہ اصلاحِ اعمال کی ضرورت محسوس کی گئی!

سنا گیا ہے کہ ممبئی میں کرفیو کی تکلیف دہ بندش اور تنہائی کی مصیبت کاٹنے کے لیے عام طور سے ٹیلی ویژن اور ویڈیو فلم کیسیٹ کا سہارا لیا گیا اور آزادیِ ہند کے بعد ہر فساد کے موقع پر یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ فساد کے بعد ریلیف کی دُکان لگانے والوں میں بہتوں نے صرف اپنی دُکان سجائی، جانب داری اور عصبیت سے کام لیا اور اصل حاجت مند محروم ہی رہ گئے۔ جب کہ اسلامی تاریخ کی روایت اس طرح ہے۔

⊙ شہزادیِ رسول حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے اوقات نہایت تکلیف سے گزرتے تھے، انھیں معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ باندیاں اور غلام آئے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ بلکہ حکم سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہاتھ کے گھٹے، کندھے کے نیل دکھائے جو چکی پیسنے اور پانی بھرنے کی وجہ سے پڑ گئے تھے، اور ایک خدمت گار کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو شام کو آپ فاطمہ زہرا کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا:

> 'جانِ پدر! تم خدمت گار کے لیے میرے پاس گئی تھی؛ لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے گھر والوں کے لیے اس وقت تک کچھ نہیں کرسکتا جب تک کہ اُحد کے یتیموں کا اِنتظام نہ کرلے!'

⊙ قحط الرماد کے زمانے میں ایک دیہاتی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ دسترخوان پر دیہاتی نے غیر معمولی دل چسپی سے زیتون کا تیل استعمال کیا، تو حضرت عمر فاروق نے دیہاتی سے دریافت کیا: برادر! تمھیں بہت دنوں سے زیتون کا تیل نہیں ملا ہے کیا؟ دیہاتی نے عرض کی: امیر المومنین! آپ کو کیا معلوم کہ ہم غریب کس مصیبت میں گرفتار ہیں۔

آپ نے اعلان فرمایا کہ جب تک ملک کے تمام باشندوں کو باِافراط زیتون کا تیل فراہم نہیں ہوتا میں بھی زیتون کا تیل استعمال نہیں کروں گا! تیل چھوڑنے سے آپ کے شکم میں درد رہنے لگا۔ آپ شکم کو ہاتھ سے تھپتھپاتے اور فرماتے: تو دکھے یا ٹھیک رہے سب کو بافراغت زیتون کا تیل ملنے سے پہلے تجھے تیل نہیں مل سکتا!

⦿ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رضی اللہ عنہ صائم النہار (یعنی دن بھر روزہ دار رہنے والے) تھے۔ چند لقموں سے سحری کرتے، شام کو افطار کے لیے کھانا سامنے رکھا جاتا، کبھی ایک دو لقمہ اُٹھا لیتے اور کبھی وہ بھی نہیں، آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے اور آپ فرماتے: کھانا لے جاؤ، خادم عرض کرتا: مخدوم نے سحری بھی قاعدے سے نہیں کی اب افطاری بھی نہیں کریں گے تو صحت کیسے بحال رہے گی؟

آپ فرماتے: اتنے غربا و مساکین جن کے کھانے پہننے اور رہنے کا کوئی ٹھکانا نہیں، دُکان کے چبوتروں، سڑک کے کناروں، درختوں یا کھلے آسمانوں کے نیچے بھوکے پیاسے سو جاتے ہیں، ایسی حالت میں مجھے کھانا اچھا لگے گا؟ دسترخوان بڑھاؤ اور کھانا لے جاکر ضرورت مندوں کو دے دو۔

بنی آدم اعضاے یک دیگر اند — کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چوں عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار

یعنی اولادِ آدم کا آپس میں وہی علاقہ ہے جیسا کہ ان کے اعضا کو ایک دوسرے سے تعلق ہے؛ کیوں کہ سب کی تخلیق ایک جوہر سے ہی ہوئی ہے، جب ایک عضو کو زمانہ ستاتا ہے تو دوسرے اعضا بھی بے چین ہو جاتے ہیں۔

المختصر! اپنی بدحالی کا کتنا ماتم کیا جائے۔ اب تو یہ انداز ہوتا ہے کہ یہ ماتم ہی ہمارا حصہ ہیں۔ فی الوقت یہ سوچنا ہے کہ مسلمان کیا کریں؟ ع :

چیست یارانِ طریقت بعدازیں تدبیر ما

تو حالات کے سدھارنے کے دو فارمولے اس وقت پیش نظر ہیں :

(۱): ایک تو وہ کہ جس کا مطالبہ عرصے سے سنگھ پریوار مسلمانوں سے کر رہا ہے، جس کے لیے کبھی تو بھارتیہ کرن کا نعرہ لگایا جاتا ہے اور کبھی قومی دھارے میں شمولیت کی بات کہی جاتی ہے، تو کبھی یکساں سول کوڈ کا قضیہ کھڑا کیا جاتا ہے، اور کبھی محمدی ہندو کی اصطلاح بولی جاتی ہے......

(۲): اور دوسرا فارمولہ وہی ہے جس کی طرف مذکورہ بالا آیاتِ الٰہی میں اشارہ کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رجوع الی اللہ، اصلاحِ اعمال اور حالات کا مردانہ وار مقابلہ۔

حدیث بے خبراں ہے تو با زمانہ بساز
زمانہ باتو نہ سازد تو بازمانہ ستیز

جہاں تک پہلے فارمولے کا تعلق ہے تو عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے، ورنہ آزادیِ ہند کی تاریخ ہی شہادت دیتی ہے کہ ہندوستانی مسلمان صدق دل سے ایک بار اس فارمولے پر عمل پیرا ہو چکے ہیں اور یہ فارمولہ بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔ متعدد ہندوانہ مراسم قبول کر لینے کے بعد بھی مسلم اقلیت کی جاں بخشی نہ ہوئی، مظالم میں کوئی کمی نہ ہوئی جس کا نتیجہ تقسیم ہند تک دراز ہوا۔

چنانچہ خلافت کمیٹی کے عہدِ شباب اور سمپورنانند کے زمانے کی ایک رپورٹ ہے۔ اس وقت محض برائے نام مسلمان لیڈر اور مولویوں نے ایک سے ایک جدید فرقہ بنایا ہے، ان کے متعلق اب تک اخبارات اور رسائل اشتہارات ومشاہدات ومسموعات سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے ہیں:

(۱): مسجد میں منبر پر ہندوؤں سے لیکچر دلوائے گئے۔

(۲): بعض لیڈروں نے جن کو مولوی کا بھی خطاب دے دیا گیا ہے اپنے ماتھوں پر ہندوؤں سے ٹیکے لگوائے ہیں اور کہتے ہیں قشقہ شعارِ کفر ومنافی اسلام نہیں۔

(۳): پارٹی مذکور کے اس مولانا نے 'ہمدم لکھنؤ' میں چھاپ دیا ہے کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو ہندو مسلم کا امتیاز اُٹھا دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس مقام بنا دے گا۔

(۴): پارٹی کے اس مولانا مذکور نے شائع کیا کہ اگر آج تم نے ہندو بھائی کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کرو گے۔

(۵): ایک ہندو کی ٹٹی (ٹٹر) اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر اس کی جے پکارتے ہوئے مرگھٹ تک لے گئے۔

(۶): ایک بت اُٹھایا گیا اس کے ساتھ سروپا برہنہ جے پکارتے ہوئے سڑکوں پر گشت کیا گیا۔

(۷): مرنے والے کے ماتم میں سروپا برہنہ مسجد میں جمع ہوئے، اس کے لیے دعاے مغفرت اور نماز کے لیے اشتہار دیے اور اس پر کاربند ہوئے، اس کے ماتم میں مسجدیں بے چراغ رکھی گئیں۔

(۸): ایک لیڈر کے حکم سے ایک ڈولا سجایا گیا، اس میں قرآن مجید، بائبل، اور رامائن رکھ کر ان کی پوجا کراتے مندر میں لے گئے۔

(۹): مشرکین کے ساتھ مواخات وموالات (یعنی رشتہ محبت و بھائی چارگی) قائم کر کے بعض شعارِ کفر اختیار اور بعض شعارِ اسلام چھوڑے گئے۔(ملخصاً) (فتاویٰ رضویہ، امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت، جلد ششم صفحہ:۸۲،۸۳، از اعلیٰ حضرت۔ النور مصنفہ مولانا سید سلیمان اشرف پروفیسر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

پس جب یہ نسخہ ایک بار آزمایا جا چکا ہے اور اس کا کوئی فائدہ مسلم اقلیت کو حاصل نہ ہوسکا تو اب دوبارہ اسی کو آزمانا عبث اور لا حاصل ہے۔

من جرب المجرب حلت به الندامة .

یعنی آزمائے ہوئے کو آزمانا باعثِ ندامت و شرمندگی ہے۔

مسلمانوں کے لیے موجودہ صورتِ حال میں صرف وہی قرآنی نسخہ مفید ہے جس کی طرف سطورِ بالا میں اشارہ کیا گیا۔ رجوع الی اللہ، اصلاحِ اعمال، عزم و استقلال کے ساتھ حوادث سے مقابلے کا حوصلہ اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ ۔

ایں نمی گویم کہ ترکِ کارکن　　　کارکن وتکیہ برجبارکن

یعنی میں نہیں کہتا کہ کام چھوڑ کر بیٹھ رہو، کام کرو اور بھروسا خدائے جبار پر رکھو۔

حوادث سے مقابلہ کی تدبیروں کی یک گونہ تفصیل ضروری ہے۔

(۱): اسلامی وقومی بنک کاری، جس کی تفصیلات علمائے کرام اور ماہرینِ اقتصادیات کے اشتراک سے طے کی جائیں۔ جس کے ذریعہ اپنی کا تاہیوں کا اِزالہ ہو۔ مثلاً اگر مسلمان قوم جدید تعلیم میں بہت پچھڑی ہوئی ہے تو اس کی اصلاح کے لیے جگہ جگہ تعلیمی اِدارے قائم کیے جائیں اور مسلمانوں کے لیے تو بڑی آسانی یہ ہے کہ ان کے دینی تعلیمی اِدارے ہر جگہ کامیابی سے چل رہے ہیں، وہی اپنے وسائل سے دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم کا انتظام کریں۔ یا اس کے لیے علاحدہ مسلم اِدارے قائم کریں۔ اگر مسلمانوں کی اِقتصادی حالت ردی ہے تو قومی سرمایہ سے ذی صلاحیت لوگوں کو قرضے دیے جائیں۔ یوں ہی دیگر کمیوں کے سلسلے میں بھی غور وفکر کے بعد لائحہ عمل مرتب کیا جا سکتا ہے۔

(۲): مسلم کش فسادات کی مضرتوں سے قوم کو محفوظ رکھنے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات مفید ہوں گے:

(الف): اکثریت کے دل ودماغ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو شکوک وشبہات پیدا کر دیے گئے ہیں ان کے اِزالے کے لیے ہندی زبان میں ایسے لٹریچر کی

تیاری جن سے وہ شکوک وشبہات دور ہوسکیں؛ کیوں کہ ہندوستان میں کثیر تعداد ایسے صلح پسند ہندو حضرات کی ہے جو بھارت کو بہت ساری قوموں، مذہبی اکائیوں اور جاتیوں کی آبادی تصور کرتے ہیں، اور اسی رنگا رنگی کو بھارت کی شوبھا قرار دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو وقتی طور پر بھڑکاوے میں آجاتے ہیں، ان کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ مسلم قوم آپ کی ایک اچھی ہم سایہ اور ہم وطن جماعت ہے۔ (اس سے مل جل کر رہنے ہی میں بھلائی ہے)

(ب): بھارت کے مسلسل مسلم کش فسادات میں یہ بات بالکل کھل کر سامنے آگئی ہے کہ ان میں نقصانات سب سے زیادہ ان لوگوں کے ہوئے ہیں جو مسلم آبادیوں سے دور یا دو چار کی تعداد میں بالکل الگ تھلگ پڑے ہوتے ہیں؛ اس لیے ایسے لوگوں کو ایسے مخدوش علاقوں سے نقل مکانی کر کے مسلم آبادی والے علاقوں میں بس جانا چاہیے۔ یہ بات نہ تو بھارت کے قانون کے خلاف ہے، نہ معاشرتی لحاظ سے غیر مناسب، نہ ہندو دھرم کے خلاف ہے، نہ اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔

قانونی پوزیشن تو یہ ہے کہ بھارت کا ہر شہری ملک کے جس علاقے میں چاہے اپنی سہولت کے لحاظ سے بود و باش اِختیار کرسکتا ہے اور جس خطے میں اس کے لیے آسانی ہو اپنی روزی فراہم کرسکتا ہے۔ معاشرتی حیثیت یہ ہے کہ آج بھارت کی ہر چھوٹی بڑی آبادی میں مختلف قومیتوں، مذہبی اکائیوں، مختلف برادریوں اور پیشہ وروں کی ایک جاتی آبادیاں ملیں گی؛ کیوں کہ معاشرتی لحاظ سے ہر شخص اپنے مناسب ماحول میں ہی زندگی گزارنا ضروری سمجھتا ہے۔

ہندو مذہب کے اعتبار سے یوں کہ اس میں چھوت چھات کی جو مذہبی بندشیں ہیں اس کو دیکھتے ہوئے یہی زیادہ آسان ہے کہ سب الگ الگ ہی رہیں۔ رہ گیا اسلام تو اس کا فرمان ہے :

اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا. (سورۂ نساء: ۴/۹۷)

عزت وآبرو اور دین ودنیا کے ساتھ کہیں قیام ممکن نہ ہو تو ایسی جگہ منتقل

ہو جاؤ جہاں اس کا خطرہ نہ ہو۔

ایک محلے میں خطرہ ہو تو ایسے محلے میں چلے جاؤ جہاں محفوظ رہو اور ایک شہر میں حفاظت نہ ہو تو ایسے شہر میں چلے جاؤ جہاں جان و مال محفوظ ہوں۔ بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ فسادات کے وقت عوام بطور خود اور کبھی عوام اور گورنمنٹ دونوں مل کر مخدوش علاقوں سے لوگوں کو نکال کر محفوظ علاقوں میں پہنچاتے ہیں۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ جو کام وقتاً فوقتاً مجبوراً کرنا پڑتا ہے، مسلمان پہلے ہی سے کہیں سکونت اختیار کرنے میں دوسری ترجیحات کے ساتھ جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کو بھی ایک ترجیحی ضرورت کیوں نہ قرار دیں!

یہاں ایک سوال کیا جاتا ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو تو ایک محفوظ پاکٹ مل جاتا ہے؛ لیکن ان غیر مسلموں کا کیا ہوگا جو اِکا دکا ان محفوظ علاقوں میں آباد ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے بے گناہوں سے انتقام لینا جو فساد میں ملوث نہ ہوں نہایت درجہ کی بزدلی، کم ہمتی اور کمینگی ہے۔ ایسے علاقوں کو عملاً ایسا ہی بنانا ہوگا کہ وہاں کا ہر باشندہ اپنی جان و مال، عزت و آبرو کی طرف سے بے خوف ہو اور اس میں مذہب وملت کی کوئی تفریق نہ ہو۔

(ج): ان بھیانک فسادوں میں یہ تجربہ بھی ہوا ہے کہ ہر جگہ مسلم محلوں کے اندر گھس کر ان کی تباہی و بربادی کا زور کرفیو کے درمیان ہوتا ہے کہ فسادی کرفیو کی چھتر چھایا میں مسلم محلوں میں اندر بہت دور تک ظلم و بربریت کا ننگا ناچ ناچتے ہیں۔ سنا ہے کہ ان سے بچنے کے لیے مختلف شہروں میں اقلیتوں نے اپنی گلیوں میں بڑے بڑے آہنی پھاٹک لگوا لیے ہیں جنھیں وقت ضرورت بند کیا جا سکے۔

ہم اس کی بھی تائید کرتے ہیں کہ یہ اور اس قسم کی حفاظتی تدابیر قبل از وقت ہی مکمل رہنی چاہئیں۔ خدانخواستہ کبھی فساد کا موقع آئے تو نقصانات کم سے کم ہوں۔

(د): فسادات کے دوران اسپتالوں میں مسلم مریضوں سے بے توجہی اور سوتیلے پن کا

برتاؤں ہوتا ہے۔ اس کے لیے آئینی طور پر جدو جہد کرنی چاہیے اور اس قسم کے محفوظ علاقوں میں اعلیٰ قسم کے قومی اسپتال بھی ہونے چاہئیں تا کہ ہنگامی دور میں مریض غلط برتاؤ کا شکار نہ ہو سکے۔ آخر وقت پڑنے پر پرائیوٹ ذرائع سے اس قسم کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں تو وقت سے پہلے ایسے انتظام میں کیا حرج ہے!

(۳): ان علاقوں میں ضروریاتِ زندگی کے مختلف مراکز قائم کیے جائیں جو فساد اور امن دونوں ہی زمانوں میں بلا امتیاز مذہب وملت سب کی ضرورتوں کی اشیا فراہم کریں۔

(۴): ہر جگہ جوانوں پر مشتمل ورزشی دستے ترتیب دیے جائیں جو پریڈ اور مشق کریں کہ دفاع بلکہ جان بچا کر بھاگنے کے لیے صحت اور توانائی بے حد ضروری ہے۔

غور وفکر کرنے سے اس قسم کے اور آئٹم بھی نکل سکتے ہیں۔ ان سب پر کام کرنے اور ان کے لیے ذرائع فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔

مذکورہ بالا پہلوؤں پر مقامی طور سے تھوڑا تھوڑا کام جگہ جگہ ہوا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری منصوبہ بندی اور تن دہی سے یہ امور انجام دیے جائیں۔ کیوں کہ ابتدا میں ایسا خیال ہوتا تھا کہ فرقہ پرستی کا جنون ایک مرض ہے جس سے تھوڑے ہی دنوں میں بھارت کو نجات ملے گی اور امن وصلح کا سویرا جگمگائے گا؛ لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ پرستی اب بہت سارے لوگوں کی خمیر میں داخل ہوگئی ہے؛ اس لیے اس کی مضرتوں سے حفاظت کی تدبیر بھی مستقل اور ہندوستان گیر ہونی چاہیے۔

وما علینا الا البلاغ المبین